۲۲۔ حضرت شیخ جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۶۹۵ھ

تاریخ وفات: ۵/ذی القعدہ یا ۱۳/ربیع الاول ۷۶۵ھ مدفن: پانی پت

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت بار بار بیان کی کہ حضرت ہر وقت استغراق میں اوراوپر ہی رہتے تھے، دنیااور مافیہا سے بالکل بے خبر رہتے تھے۔ تو انہیں یہ نعمت ملی اپنے پیر ومرشد شیخ جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ان کے یہاں بھی یہی حال تھا۔

ہم چونکہ اسی دنیا کو، اسی جہان کو، مخلوق کو جانتے اور پہچانتے ہیں، اسی کی قدر ومنزلت ہمارے دلوں میں ہے، اسی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور یہ اللہ والے ہم سے بالکل برعکس، مخلوق کے بجائے خالق کو پہچانتے ہیں، اس سے لولگائے ہوئے ہیں۔

انہوں نے اس راز کو سمجھ لیا تھا کہ یہ تمام مخلوقات بندوں کی آزمائش کے لئے ہیں۔ ان سے بھاگنا چاہئے۔ اس لئے لاَ اِلٰہَ میں جب وہ گردن پھیر کر اشارہ کرتے ہیں، تو یہی سوچتے ہیں کہ اس کو دل میں سے ماسوا اللہ کو نکال کر پیچھے پھینک دیں، الا اللّٰہ، کہ صرف اللہ کو دل میں بسائیں۔ تو یہ اس راز کو پہچان کر کے ہر وقت اس میں لگے رہتے تھے۔ اسی لئے چوبیس گھنٹے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی گردن جھکی ہوئی ہے، دنیااور مافیہا کا کچھ پتہ نہیں۔ شیخ عبدالحق کے پیر ومرشد تھے شیخ جلال الدین، ان کا بھی یہی حال تھا۔

حضرت ردولوی اور ایک جوگی

یہ حضرات مخلوق سے بھاگتے تھے۔ ہم لوگ تو یہ چاہتے ہیں زیادہ سے زیادہ مہمان آئیں، زیادہ آؤ بھگت کرنے والے ہوں، زیادہ لوگ ہمیں چاہیں، بلائیں، محبت کریں۔ ہم ان سے

فائدہ اٹھائیں، وہ ہمیں اپنا بڑا بنائیں۔ وہ ان چیزوں سے بھاگتے تھے۔تو وہ بھاگ کر کے دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ وہاں کوئی جوگی گردن جھکائے استغراق میں ہے۔تو جب ان کا گزر ہوا تو اس نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ اوہ ہو ہو! آجاؤ۔ یہ پاس گئے، کیا بات ہے؟

کہنے لگا کہ میرے پاس ایک پارس کے پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس چیز سے وہ مس ہو جائے اسے سونا بنادے۔ یہاں تو کیمیا کو بھی پہچاننے والے نہیں ہیں۔ تو کیمیا مرکب چیزوں سے، تانبے کو، پیتل کو، ان چیزوں کو سونا بنایا جاتا تھا کہ حقیقۃً کوئی سونے میں اور اس میں کوئی فرق نہیں کر سکتا تھا، وہی خواص کیمیا سے اس میں بھی پیدا ہو جاتے تھے۔

اس سارے جھگڑے کے بجائے وہ جو پارس کا پتھر ہوتا تھا، اس کو صرف مس کر دیں تو اس سے وہ حقیقی سونے جیسا بن جاتا ہے۔تو اس نے کہا کہ لیجئے، میں نے آج یہ نذر مانی تھی، میں کل سے آنکھیں بند کر کے اپنے استغراق میں تھا، تو میں نے نیت کی تھی دل میں کہ جب میں آنکھ کھولوں گا تو سب سے پہلے میری جس پر نگاہ پڑے گی، اس شخص کو یہ دے دوں گا۔

شیخ نے ہاتھ میں لیا اور اس کو پھینک دیا سمندر میں۔تو وہ تو کھڑا ہو گیا، چلّانے لگا کہ یہ تم نے کیا حرکت کی؟ یہ اتنی قیمتی چیز اگر تمہیں چاہئے نہیں، تو مجھے واپس کر دیتے۔ آپ نے تو اس کو سمندر میں پھینک دیا۔

شیخ نے ان سے فرمایا، پریشان مت ہو، جاؤ اندر، یہاں سے اترو، دس قدم آگے چلو، گردن جھکاؤ اور دیکھو، تو وہ آپ کے سامنے پارس کا پتھر ہوگا۔لیکن خبردار! دیکھو، صرف جو آپ والا فلاں رنگ کا تھا وہ پارس کا پتھر صرف وہی اٹھانا، دوسرا نہیں۔ وہ جوگی جب چل کر اندر جاتا ہے عجیب وغریب ان حضرات کے تصرفات کے قصے لکھے ہیں۔ انوار العیون پڑھئے، شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب، ان کی کتابیں لطائفِ قدسیہ پڑھئے۔

وہ جوگی جب اتنے قدم اندر جا کر جب دیکھتا ہے، تو دیکھتا ہے کہ اس نے تو حضرت کو دیا تھا چھوٹا سا ایک ٹکڑا، اور وہاں ہزاروں وہ پارس کے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔تو جب ہاتھ اس نے جو

ڈالا تھا تو سوچا کہ ایک نہیں، ایک سے زیادہ جتنے آ سکے، میں پکڑ لوں۔ تو دو اس کے ہاتھ میں آئے۔ تو حضرت نے وہیں سے اس کو فرمایا کہ دیکھ، میں نے تجھ سے کہا تھا کہ صرف تیرا پتھر لینا ہے، تو نے دوسرا کیوں اٹھایا؟

شاہی محل میں اللہ کی یاد

شیخ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتِ خاصہ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو شاہی تخت سے بھی اٹھا کر ان کو فقر کی طرف، فقیری کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے۔ اللہ کرے وہ عنایتِ خاصہ، عنایتِ الٰہیہ ہماری طرف بھی متوجہ ہو جائے کہ ہم دنیا کے کتّے بنے ہوئے ہیں، ہر وقت دنیا کے پیچھے پیچھے، اسی کی محبت میں غرق اور مستغرق، تو وہ اپنے شاہی محل میں آرام سے لیٹے ہوئے یادِ الٰہی میں مصروف ہیں، پڑھ رہے ہیں۔

اتنے میں چھت پر آواز سنی۔ تو انہوں نے سوچا کہ شاہی محل، چاروں طرف پہرہ، بادشاہ کا محل، اور اس میں کون اس طرح یہاں سے وہاں بھاگتا ہے؟ پوچھا، بھائی کون؟ کہا، کوئی نہیں، آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، میں اپنے کام مشغول ہوں۔ کہا کیا؟ کہا کہ میرے اونٹ کھو گئے، تلاش کر رہا ہوں۔ کہا پاگل ہو، شاہی محل میں اونٹ! تو کہا نہیں، شاہی محل میں اونٹ نہیں ہو سکتے؟ کہا شاہی محل میں یہاں کیسے اونٹ آئے گا؟

جواب ملا کہ شاہی تخت پر بیٹھے ہوئے شاہی محل میں رہ کر اللہ کو دل میں کب بسا سکتے ہو؟ جس طرح تمہارے نزدیک یہ محال ہے کہ اونٹ یہاں نہیں آ سکتا، تو وہ محبت الٰہی کا دریا یہاں شاہی تخت پر بیٹھے اور سلطنت کے مزوں کے ساتھ کیسے مل جائیں گے؟ تو اسی وقت لات ماری سلطنت کو اور بادشاہت کو اور نکل پڑے، درویشی اختیار کر لی۔ پھر لوگ تلاش کرنے کے لئے ہر جگہ پہنچ جاتے۔

وہ بھی شیخ جلال الدین کی طرح سے لکھا ہے ان کے حالات میں کہ دریا کے کنارہ اپنی گدڑی

سی رہے تھے پھٹی ہوئی تھی،سوئی دھاگے سے اس میں پیوند لگا رہے ہیں، اپنے کام میں مصروف ہیں۔ دیکھا کہ ان کے جو وزراء اور حکام تھے تو ان میں سے کچھ لوگ وہاں پہنچ گئے، رونے لگے، پیر پکڑ لئے۔ کہا کہ حضرت آپ ایسا نہ کریں، یہ کام تو آپ وہاں بھی کر سکتے ہیں، اللہ کی یاد تو تخت پر بھی کی جا سکتی ہے۔

جس سوئی دھاگے سے اپنی سلائی میں مصروف تھے، وہ انہوں نے سوئی سمندر میں پھینک دی۔ پھر فرمایا کہ ہماری سوئی لاؤ۔ یہ جملہ کہنا تھا، کہتے ہیں ہزاروں مچھلیاں، ہر مچھلی اپنے منہ میں ایک سوئی لے کر پہنچ گئی۔ جیسے وہ پارس کا پتھر انہوں نے پھینکا اور جوگی سے کہا کہ جا کر دیکھو، دیکھا تو اندر وہ پارس کے پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں، مجھے تو اتنی ساری نہیں چاہئے، مجھے تو صرف میری والی ایک سوئی چاہئے۔ وہ لے لی۔ پھر حکام سے کہنے لگے کہ آپ لوگوں کے اندر رہ کر جو میں بادشاہت کرتا ہوں، کوئی کبھی مانتا ہے، کوئی نہیں مانتا ہے، کوئی دل سے مانتا ہے، کوئی بجبر، مجبوراً طوعاً و کرھاً مانتا ہے، مختلف قسمیں ہیں وہاں ماننے والوں کی۔ تو ان میں حکومت کرنا بہتر ہے یا یہ چرند اور پرند پر حکومت بہتر ہے؟ جس طرح چاہیں ان سے ہم خدمت لے سکتے ہیں، یہ حکومت بہتر ہے۔

شیخ سعدی اور ایک بزرگ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا کہ اس کو شعر میں بھی نظم کیا ہے۔ کہا کہ ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ شیر پر سواری کئے ہوئے ہیں۔ اور یہاں پٹکا باندھتے ہیں کپڑے کا جب سوار سواری پر بیٹھتا ہے، کمر پر ایک ناگ سانپ باندھا ہوا ہے۔ اور کبھی اس کو وہاں سے کھولتے ہیں اور اس طرح وہ چابک کے طور پر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ خونخوار درندہ شیر، اس پر سواری اور یہ آپ نے یہ جو ناگ سانپ کو ایک کوڑے کے طور پر آپ استعمال کر رہے ہیں، تو فرمایا کہ

تو ہم از حکمِ داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زِ حکمِ تو ہیچ

فرمایا کہ تم نے اس مالک سے منہ موڑ لیا، تو ہر چیز تمہارے خلاف ہوگئی۔ یہاں اِس ملک میں بھی دشمن مار رہا ہے، اُس ملک میں بھی مار رہا ہے، ہر جگہ مار رہا ہے۔ یہاں درندے کا خوف، یہاں سانپ بچھو کا خوف، یہاں پڑوسی کا خوف، یہ کسی دوسرے مذہب والے کا خوف، ہر ایک تمہارا دشمن۔ اگر تم ایک کے مطیع اور فرمانبردار بن جاؤ، از حکمِ تو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم گردن مت پھیرو، کہ گردن نہ پیچد زِ حکمِ تو ہیچ، تو پھر کسی مخلوق کی مجال نہیں ہے کہ تمہارے منشا اور خواہش کے خلاف وہ کچھ کر سکے۔

یہاں یہ سمندر میں ہیرا، جواہرات تیار کہ کب ہمیں استعمال کریں، پارس تیار کہ ہمیں کب استعمال کر لیں، مچھلیاں ابراہیم ابن ادہم کے لئے مستعد، تو یہ اس راز کو انہوں نے پہچانا کہ ایک در کو پکڑا، سارے در کی غلامی سے انہیں نجات مل گئی۔ ہم نے اس ایک سے منہ موڑا، تو ہم ہر وقت پریشان۔ کبھی پیسے کے پیچھے، کبھی دولت کے پیچھے، کبھی کس کے پیچھے، ہزاروں ضرورتیں ہمارے ساتھ وابستہ ہوگئیں۔ تو یہ حضرات ہر وقت اسی ایک کی لو دل میں لگائے رہتے تھے۔ جس طرح شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کہ ہر وقت استغراق میں ہیں، کبھی فرصت ہی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، آپ سوچیں گے کہ یہ جو بزرگ ہوتے ہوں گے، تو انہیں کچھ علم، ہنر، پڑھنا، پڑھانا کچھ ہوتا نہیں ہوگا، اور تمام چیزوں سے یہ بے بہرہ۔ تو اور آخر کیا کرتے، تو گردن جھکا لیتے ہوں گے۔

مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتنے عظیم ترین انسان، جنہوں نے علم و دانش کی دنیا بدل دی۔ پورے ایشیا نہیں، ایشیا اور عرب کی، جہالت کا دنیا سے خاتمہ کر دیا۔

جیسا کہ یہاں سے حرمین جانے والے پوچھتے ہیں کہ کیا کریں، تو میں کہتا ہوں کہ بھئی، دیکھو ایک کام کرنا ہے۔ مدینہ شریف جب پہنچو، تو اس کی کوشش کرو کہ ہر وقت جب سے آپ کی آنکھ کھلے، اس وقت سے لے کر دوبارہ سونے تک جاگنے کی حالت میں ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک یہاں بھی پڑے ہوں گے۔

یہ مدینہ وہ بستی ہے کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سالہا سال رہے۔ یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہوں گے۔ یہ بقیع شریف جس کا یہ قصہ ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں چھ سال کی عمر میں تشریف لائے تھے، بنی عدی کے محلے میں وہاں قیام رہا تھا، تو ان واقعات کو سوچ کر ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو اپنے دل میں بساؤ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا بسایا، اتنا بسایا کہ جس کو انہوں نے ظاہر کیا اپنی کتابوں میں، ایک کتاب کا نام ہے فیوض الحرمین اور الدر الثمین میں کہ جو فیض اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے قلب اطہر پر وارد ہوا۔ ایک کتاب کا نام جو خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھیں، جس میں آپ کو بشارتیں دی گئیں ''الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین'' کہ نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے جو بشارتیں ملی، تو اس میں سے بھی منتخب، آپ نے چند ایک چالیس کے قریب اس میں بیان کی ہیں۔ تو یہ ہر وقت وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لو لگائے رہتے تھے، ہر وقت تصور، چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہیں۔

''جیسے تیرے ویسے میرے''

کبھی میری طرح سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ بڑھاپے میں اولاد ملی ہے، بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، تو میں مرگیا تو کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مراقبہ میں اور فرمایا، کل تم سوچ رہے تھے کہ بچے چھوٹے ہیں، مر گئے تو کیا

ہوگا؟ جیسے تمہارے بچے، ویسے میرے بچے، یعنی وہ میرے ہی ہیں۔

اس پر اتنا وثوق، اتنا اعتماد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ آپ نے انتقال سے پہلے سب کو بلایا، چھوٹے چھوٹے بچے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سب سے بڑے تھے، شاہ رفیع الدین صاحب سب سے چھوٹے تھے، اور شاہ عبدالغنی اور شاہ عبدالقادر چار بیٹے تھے۔ تو ان کو آپ نے بلایا اور جس طرح خلافت دیتے وقت جو عمل کیا جاتا ہے، پگڑی باندھی جاتی ہے، تو اپنی طرف سے بچپن میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ سو اگر خدانخواستہ بڑے ہو کر وہ اپنے باپ اور دادا کے طریق پر نہ رہتے تو کیا ہوتا؟ لیکن پورا اعتماد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دی ہے، ''جیسے تیرے ویسے میرے''، تو وہ پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، دنیا نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چاروں بھائیوں سے کتنا عظیم کام لیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی اولاد نصیب فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.